وزیراعظم کا خطاب اور دینی مدارس

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری
جنرل سیکرٹری وفاق المدارس

سانحہ پشاور کے بعد قومی سلامتی پالیسی کی تشکیل نو میں جس طرح مدارس کو زیر بحث لایا جاتا رہا اس پر پاکستان بھر کے دینی مدارس، مذہبی طبقے بلکہ پوری قوم میں تشویش واضطراب کی کیفیت پائی جاتی رہی لیکن آل پارٹیز کانفرنس کے بعد وزیراعظم پاکستان نے اپنی نشری تقریر میں جب یہ اعلان کیا ہے کہ مدارس کے حوالے سے کسی بھی فیصلے سے قبل ''وفاق المدارس'' سے مشاورت کی جائے گی، وزیراعظم پاکستان جناب میاں محمد نواز شریف صاحب نے یقین دہانی کرائی ہے کہ پریشانی کی بات نہیں ہے، ہم مدارس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔ اس اعلان پر ملک بھر میں اطمینان کی کیفیت دیکھنے میں آئی اور اس اعلان کو حکومت کی دانش مندی اور بالغ نظری قرار دیا گیا۔

البتہ اس موقع پر وزیراعظم کی طرف سے جو ایکشن پلان سامنے آیا اس کے تحت مدارس سے متعلق دو اہم امور کا ذکر کیا گیا ہے: (۱)......مدارس کی رجسٹریشن (۲)......مدارس کو ضابطہ بندی میں لانا۔

اس بارے میں چند امور کی وضاحت ضروری ہے:

(۱)......**مدارس کی رجسٹریشن**:......یاد رہے کہ ۱۹۹۴ سے 2004 تک حکومت کی طرف سے مدارس دینیہ کی رجسٹریشن پر پابندی عائد رہی۔ اس دوران مدارس کی قیادت اور مدارس کے ذمہ داران بار بار حکومتوں سے درخواستیں کرتے رہے لیکن کوئی درخواست درخور اعتناء نہ سمجھی گئی پھر نائن الیون کے واقعہ کے بعد جب مدارس دینیہ عالمی اور مقامی حکومتوں کی توجہ کا مرکز بنے تو مدارس زیر بحث آئے۔ اس وقت کی طویل بحث وتمحیص کے بعد باقاعدہ طور پر آرڈیننس جاری کیا گیا اور اس کی روشنی میں تقریباً سب مدارس نے رجسٹریشن کروالی، بعض مدارس جو بہت ہی دور افتادہ یا پسماندہ علاقوں میں ہیں اگر ان کی رجسٹریشن نہیں ہو سکی تو اس میں مدارس کی انتظامیہ کا کوئی قصور نہیں جبکہ بعض مدارس کی

رجسٹریشن ہمارے ہاں بیوروکریسی کے روایتی رویوں اور ہتھکنڈوں کی نذر بھی ہوئی۔اس میں ارباب مدارس کا کوئی قصور نہیں بلکہ رجسٹریشن کے راستے میں روڑے اٹکانے والوں کے خلاف کارروائی ہونی چاہیے۔

(۲)......مالیات کا مسئلہ:......مدارس دینیہ کے بارے میں بار بار الزام عائد کیا جاتا ہے کہ ان کے فنڈنگ کے ذرائع معلوم نہیں۔اس بارے میں واضح رہے کہ مدارس مقامی اور غیر مقامی کسی بھی حکومت، ریاست یا کسی بھی ادارے سے کسی قسم کا تعاون وصول نہیں کرتے بلکہ اہل خیر مسلمانوں کے انفرادی تعاون سے خدمات سرانجام دیتے ہیں۔اس بارے میں بھی ۲۰۰۴ء میں اتفاق رائے پیدا ہو گیا تھا کہ تمام مدارس آڈٹ کروائیں گے اور الحمد للہ مدارس نے اس کا اہتمام بھی شروع کر دیا،لیکن اس میں بھی دوبارہ وہی سسٹم کی خرابیاں آڑے آرہی ہیں کہ مدارس کے ساتھ بینکنگ کی دنیا میں امتیازی رویوں کا سامنا ہے، عملی طور پر تمام بینکوں میں مدارس کے اکاونٹ کھولنے پر پابندی ہے، مدارس کے ذمہ داران کو بینکوں کی طرف سے مطلوبہ جملہ دستاویزات مہیا کیے جانے کے باوجود اکاونٹ نہیں کھولے جاتے۔ہم نے اس سلسلے میں سٹیٹ بینک آف پاکستان اور وزارت خزانہ کو بار بار خطوط لکھے اور ان سے مطالبہ کیا کہ مدارس کے اکاونٹ کھولنے پر سے غیر اعلانیہ پابندی ختم کی جائے تاکہ حکومت خود مدارس کے مالیاتی سسٹم پر چیک رکھ سکے اور اگر کسی بھی مدرسہ کے بارے میں ایسے کوئی ثبوت اور شواہد ملیں تو ان کے بارے میں مدارس کے نمائندہ وفاقوں کو آگاہ کیا جائے لیکن چونکہ ایسا کرنے سے شور کرنے اور پروپیگنڈہ کرنے کا موقع ہاتھ سے نکل جاتا ہے اس لیے ایسا نہیں کیا جاتا اور مدارس کے اکاونٹ تک نہیں کھولنے دیئے جاتے۔

(۳)......مدارس کا نصاب ونظام:......اس بارے میں بھی اتفاق رائے پیدا ہو گیا تھا، تاہم اس کے باوجود الحمد للہ مدارس کی نصابی کمیٹیاں وقتاً فوقتاً نصاب میں بہتری لانے کا اہتمام کرتی ہیں، اس میں دینی اور عصری تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ترمیم کی جاتی ہے، اس بارے میں بار بار یہ بات واضح کی گئی دینی نصاب میں ترمیم وتبدیلی تو کسی کے ایجنڈے کے تحت نہ کی جاتی ہے اور نہ ہی قبول کی جائے گی البتہ دینی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے دینی نصاب میں بھی تبدیلی کا عمل جاری ہے جبکہ عصری نصاب کے حوالے سے بھی کافی پیش رفت ہو چکی ، اکثر مدارس میں میٹرک تک عصری مضامین کو بھی شامل نصاب کیا گیا ہے لیکن یہاں پھر وہی مسئلہ کہ ہمارے سسٹم کی خرابیاں آڑے آجاتی ہیں یہاں چیچو کی ملیاں کے کسی ادارے کی مثال نہیں بلکہ وفاقی دارالحکومت کے سب سے بڑے ادارے جامعہ فریدیہ کا معاملہ یہ ہے کہ یہ ادارہ گزشتہ دو سال سے فیڈرل بورڈ سے عصری تعلیم کے لیے الحاق کی کوشش کر رہا ہے اور اس کا الحاق تاحال قبول نہیں کیا گیا۔

اس تمام تفصیل کا مقصد یہ بتانا ہے کہ دینی مدارس ریاستی اداروں کے ساتھ ہر ممکن تعاون کے خواہاں ہیں، ہر طرح کی مثبت تبدیلیوں کا خیر مقدم کرتے ہیں، ہر موقع پر مزاحمت کے بجائے مفاہمت کا طرز عمل اپناتے ہیں لیکن دوسری طرف

سے مدارس کو مسلسل ہدف تنقید بنایا جاتا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں حکومتی پالیسیوں میں عدل وانصاف اور غیر جانبداری کا خصوصی اہتمام ہونا چاہیے اور دوہرے معیار سے ہر قیمت پر گریز کیا جانا چاہیے، رجسٹریشن بالکل بجا لیکن مدارس کے ساتھ ساتھ گلی محلوں میں تعلیم کے نام پر تجارت کرتے اداروں کی بھی رجسٹریشن ہونی چاہیے، ناجائز زمینوں پر قبضہ کر کے اگر کوئی کمرشل ادارہ بنا ہو یا کسی نے بھی قبضہ کیا ہوا سے واگزار کروایا جانا چاہیے، مدارس کے ساتھ ساتھ مغرب سے فنڈ لینے والی این جی اوز کی آمدن کی بھی مانیٹرنگ لازم ہے اوراس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ ہم انتہا پسندی کے خاتمے کی کوششوں میں انتہا پسندی سے گریز کرنا چاہیے اور تشدد کی روک تھام کرتے کرتے خود ہی متشددانہ طرز عمل نہیں اپنا لینا چاہیے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ دیر آید درست آید کے مصداق حکومتی ذمہ داران کی طرف سے مدارس کی قیادت اور حکومتی ذمہ داران کا جو مشترکہ اجلاس طلب کیا گیا وہ خوش آئند ہے اور امید کی جاسکتی ہے کہ اس کے مثبت اور دوررس اثرات مرتب ہوں گے۔ تاہم کسی قسم کے مذاکرات سے قبل اور اعلیٰ سطح پر مدارس بارے پالیسی کی تشکیل سے قبل مدارس کو بلاوجہ ہراساں کرنے اور چھاپے مارنے کا سلسلہ فی الفور بند ہو جانا چاہیے۔

اسلام اور دیگر ادیان میں فرق

دراصل اسلام سے پہلے قوموں میں اپنے بزرگوں کی اور بانیان مذہب کی برسی منانے کا معمول ہے، جیسا کہ عیسائیوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم ولادت پر ''عید میلاد'' منائی جاتی ہے۔ اس کے برعکس اسلام نے برسی منانے کی رسم کو ختم کر دیا تھا اور اس میں دو حکمتیں تھیں۔ ایک یہ کہ سالگرہ کے موقع پر جو کچھ کیا جاتا ہے وہ اسلام کی دعوت اور اس کی روح ومزاج سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ اسلام اس ظاہری سج دھج، نمود ونمائش اور نعرہ بازی کا قائل نہیں، وہ اس شور وشغب اور ہاؤ ہو سے ہٹ کر اپنی دعوت کا آغاز دلوں کی تبدیلی سے کرتا ہے، اور عقائد حقہ، اخلاقِ حسنہ اور اعمالِ صالحہ کی تربیت سے ''انسان سازی'' کا کام کرتا ہے۔ اس کی نظر میں یہ ظاہری مظاہرے ایک کوڑی کی قیمت بھی نہیں رکھتے، جن کے بارے میں کہا گیا ہے۔

جگمگاتے در و دیوار، دل بے نور ہیں

دوسری حکمت یہ ہے کہ اسلام دیگر مذاہب کی طرح کسی خاص موسم میں برگ و بار نہیں لاتا، بلکہ وہ تو ایسا سدا بہار شجرۂ طوبیٰ ہے جس کا پھل اور سایہ دائم وقائم ہے۔ گویا اس کے بارے میں قرآنی الفاظ میں ''اکلھا دائم و ظلھا'' کہنا بجا ہے۔ اس کی دعوت اور اس کا پیغام کسی خاص تاریخ کا مرہونِ منت نہیں بلکہ آفاق وازمان کو محیط ہے۔

اور پھر دوسری قوموں کے پاس تو دو چار ہستیاں ہوں گی جن کی سالگرہ منا کر وہ فارغ ہو جاتی ہیں۔ اس کے برعکس اسلام کے دامن میں ہزاروں لاکھوں نہیں، بلکہ کروڑوں ایسی قدآور ہستیاں موجود ہیں جو ایک سے ایک بڑھ کر ہیں اور جن کی عظمت کے سامنے آسمان کی بلندیاں ہیچ اور نورانی فرشتوں کا تقدس گرد راہ ہے۔ اسلام کے پاس کم وبیش سوالاکھ کی تعداد تو ان انبیاء علیہم السلام کی ہے جو انسانیت کے ہیرو ہیں اور جن میں سے ایک ایک کا وجود کائنات کی ساری چیزوں پر بھاری ہے۔ پھر انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد صحابہ کرامؓ کا قافلہ ہے، ان کی تعداد بھی سوالاکھ سے کیا کم ہوگی، پھر ان کے بعد ہر صدی کے وہ لاکھوں اکابر اولیاء اللہ ہیں جو اپنے اپنے وقت میں رشد وہدایت کے مینارۂ نور تھے اور جن کے آگے بڑے بڑے جابر بادشاہوں کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔ اب اگر اسلام شخصیتوں کی سالگرہ منانے کا دروازہ کھول دیتا تو غور کیجیے! اس امت کو سال بھر میں سالگرہوں کے علاوہ کسی اور کام کے لیے ایک لمحہ کی بھی فرصت ہوتی؟